تغزلِ ماجدی

مُرتّب

حکیم عبدالقوی دریابادی

مولانا عبدالماجد دریابادی اکاڈمی رجسٹرڈ
لکھنؤ

تغزلِ ماجدی

مُرتّب:
حکیم عبدالقوی دریابادی

شایع کردہ

مولانا عبدالماجد دریابادی اکاڈمی رجسٹرڈ
لکھنؤ

پہلا ایڈیشن: —— ایک ہزار

ماہ اشاعت: —— اپریل ۱۹۷۹ء

ناشر

مولانا عبدالماجد دریابادی اکاڈمی

۸۔ کچہری روڈ، لکھنؤ

زیرِ اہتمام

حسین قدوائی، یونیونائیٹڈ انڈیا پریس گوئن روڈ، لکھنؤ

میں طبع ہوئی

قیمت:- ایک روپیہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ؕ

عرضِ مُرتّب

بہت کم لوگوں کو علم ہوگا کہ مولانا عبدالماجد دریابادی مرحوم نے کبھی شاعری بھی کی تھی، اور اُن کا تخلص ناظرؔ تھا۔ اپنی اس شاعری کو انھوں نے اپنی پس از وفات شائع ہونے والی آپ بیتی میں "شاعری یا تک بندی" سے تعبیر کیا ہے اور اس پر چند صفحہ کا پورا ایک باب تحریر فرمایا ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ان کی غزلیہ شاعری کا سلسلہ ۱۹۱۴ء سے ۱۹۱۸ء تک جاری رہا۔ پھر ۱۹۲۴ء میں اور اُس کے بعد کچھ عرصہ تک انھوں نے صرف نعتیہ غزلیں (جن میں کوئی تخلص درج نہ تھا) کہیں، جن کی تعداد صرف چار ہے۔ انھوں نے اپنے دورِ فلسفیت والحاد میں ایک ڈرامہ زود پشیماں کے نام سے لکھا تھا، اس میں اصل نام کے بجائے صرف "ناظر" درج تھا اس مجموعہ کی غزلوں کا بڑا حصہ اس ڈرامہ میں شامل ہے، اس ڈرامہ کو مولانا نے بعد میں اپنے زُمرۂ تصانیف سے خارج کر دیا تھا۔ بقیہ غزلیں رسالہ "معارف" اعظم گڈھ

کے ابتدائی دور میں شائع ہوئی ہیں، اور غزلوں کی تعداد دس ہے۔

مولانا شاعری میں باضابطہ شاگرد کسی کے بھی نہیں رہے۔ ہاں حضرت اکبر الہ آبادی سے متعدد غزلوں میں اصلاح لی۔ حضرت اکبرؔ نے اصلاح کے ساتھ ان کی بڑی حوصلہ افزائی کی۔ اس کا ذکر اکبرؔ کے خطوط بنام مولانا دریابادی (خطوط مشاہیر حصۂ اوّل مرتبہ مولانا دریابادی) میں جابجا موجود ہے۔ اس کے بعد رسالہ "نیا دور" میں مولانا عبدالماجد دریابادی نمبر (اپریل ومئی ۸۳ء) میں مولانا کی شاعری پر ڈاکٹر شجاعت علی سندیلوی کا ایک مفصل مضمون نکلا ہے، جس میں انھوں نے اس کا پورا جائزہ لیا ہے۔

عبدالماجد اکاڈمی اس مختصر مجموعہ کو مولانا کی یادگار کے طور پر شائع کر رہی ہے۔

حکیم عبدالقوی دریابادی
مدیر "صدق جدید"

۱۰ر فروری ۸۹ء

غزلیات

○

زینتِ حسن ہے خود اپنے پہ نازاں ہونا
نازشِ زخمِ جگر زہنِ نمکداں ہونا

عارِ عشقی کیا ہے بجز کشمکشِ عقل و جنوں
دِل کو آفت میں پھنسا، آپ ہی حیراں ہونا

زندگی اصل میں ہے اک قفسِ طائرِ روح
موت کیا ہے اسی زنداں سے گریزاں ہونا

نامرادی مری ہم زاد تھی، تو کیوں یا رب
میری قسمت میں لکھا صاحبِ ارماں ہونا

ہم شہیدانِ وفا موت کے خود ہیں مشتاق
کفر اس شرع میں ہے طالبِ درماں ہونا

اے اجل آس ہے تیری ہی دمِ یاس و الم
تجھ سے زیبا نہیں انساں کو ہراساں ہونا

رازِ ہستی وہ گرہ ہے جو کبھی کھُل نہ سکی
فلسفی کے لیے آخر ہے پشیماں ہونا

اس جفاکار نے اب کی بھی تلافی تو کیا
اب مقدر میں تو ہے قبر کا مہماں ہونا

میرا انجام ہے دُنیا کو اک عبرت کا سبق
دوستو! تم نہ کبھی عشق میں غلطاں ہونا

سب کو ہونا ہے فنا حُسن ہو یا عشق و وفا
اہلِ ہستی کبھی ہستی پہ نہ نازاں ہونا

لذّتِ درد کے منکر کو سُنا دو یہ شعر
ناظرؔ آساں نہیں غالبؔ سا سخنداں ہونا

"کی مرے قتل کے بعد اُس نے جفا سے توبہ
ہائے اس زود پشیماں کا پشیماں ہونا"

(غالبؔ)

مجھ کو محرومِ کرم میری وفا نے رکھا
اُن کو مشغولِ ستم اُن کی جفا نے رکھا

دل یہ کیا جانے کہ شمشیر ہے کیا، تیر ہے کیا
اس کو بسمل تیرے انداز و ادا نے رکھا

یہ ترا شعلۂ رُخ گیسوئے مشکیں سے چھپا
یا چھپا کر مہِ تاباں کو گھٹا نے رکھا

ایک دم ہو نہ سکی ہم سے کبھی طاعتِ حق
ایسا پابند ہمیں حرص و ہوا نے رکھا

شوخیاں تیری نہ ظاہر ہوئیں خود مجھ پہ کبھی
تجھ کو دھوکے میں تری شرم و حیا نے رکھا

مرگ و انجام کا بھولے سے بھی آیا نہ خیال
دل کو غفلت میں سدا نشو و نما نے رکھا

کِس زباں سے کہے اپنے تئیں ناظر آزاد
قیدِ الفت میں تو اس زلفِ دوتا نے رکھا

○

رفتارِ فلک دیکھ، زمانہ کی ہوا دیکھ
اے کور بصر دہر کا انجام ذرا دیکھ

مغرور نہ ہو حسنِ خدا داد پہ ظالم
ڈر نالۂ دل سے اثرِ آہِ رسا دیکھ

ہر شے سے ٹپکتا ہے مرا جذبِ تمنّا
نالے کا اثر دیکھ کہ تاثیرِ دعا دیکھ

آخر تو ہیں ہم مدعیٔ صبر و تحمل
رہ جائے نہ دل میں ترے ارمانِ جفا دیکھ

حد سے نہ گزر مشغلۂ جور میں اے یار
نازک ہے بہت رشتۂ پیمانِ وفا دیکھ

آشفتہ سری پہ مری کیوں طنز ہے اتنا
تو خود تو ذرا برہمیٔ زلفِ دوتا دیکھ

لازم ہے کبھی دلدہی اُنکی بھی ستم گر
ٹوٹے نہ کہیں ہمّتِ اربابِ وفا دیکھ

خودداری تقویٰ پہ ہے کیوں نازیہ زاہد
ناظر کو درِ بُت پہ کبھی ناصیہ سا دیکھ

○

آہِ منّت کش اثر نہ ہوئی
شبِ غم کی کبھی سحر نہ ہوئی

نہ ہوئی ہم سے ترکِ خوئے وفا
ہم نے چاہا کہ ہو مگر نہ ہوئی

غلط انداز کتنی ہے وہ نظر
آج تک میرے حال پر نہ ہوئی

اِس قدر محویت، معاذ اللہ
اُن کے آنے کی بھی خبر نہ ہوئی

رازِ اُلفت کسی پہ کھُل نہ سکا
وحشتِ شوق پردہ در نہ ہوئی

کس قدر ہے غیور میری دُعا
کبھی شرمندۂ اثر نہ ہوئی

ہم گدایانِ عشق کو ناظرؔ
فکرِ الطافِ اہلِ زر نہ ہوئی

○

اُن کے انداز میں اُلفت نہ وفا ہوتی ہے
ہاں اگر ہوتی ہے کوئی تو جفا ہوتی ہے

پھر ہے بیتاب زباں عرضِ تمنّا کے لیے
دیکھئے دیکھئے پھر مجھ سے خطا ہوتی ہے

تجھ کو کھلنے نہیں دیتی کبھی عصمت تیری
شوخیوں پر بھی تری مُہرِ حیا ہوتی ہے

مل ہی جاتی ہیں کبھی اپنی نگاہیں اُن سے
وہ بھی جب ایسی ہی تقدیر رسا ہوتی ہے

لذّتِ وصل کے منکر تو نہیں ہم لیکن
لذّتِ کاہشِ ہجر اس سے سوا ہوتی ہے

اُس نے خودداریٔ ناظرؔ کو مٹا کر چھوڑا
یہ محبّت بھی عجب سخت بلا ہوتی ہے

لب تک جو شکوے آپ کے آ آ کے رہ گئے
دب دب گئے وہ لولے دلِ شیدا کے رہ گئے

پھیلا جو اہل ملک میں حُبِّ وطن کا جوش
اربابِ جور اور بھی گھبرا کے رہ گئے

اظہار لُطف اس سے نہ کرتے تو خوب تھا
یہ کیا کہ دل کی آگ کو بھڑکا کے رہ گئے

نکلا ہجوم عشق بھی گویا عدوئے شوق!
ارمان دل میں شرحِ تمنا کے رہ گئے

اے خضر ساتھ دو جو سفر میں تو بات ہے
یہ کیا کہ صرف راستہ بتلا کے رہ گئے

مجھ کو تو صرف غیر سے تھیں بدگمانیاں
یہ کیا ہوا کہ آپ بھی شرما کے رہ گئے

کیا طے کریں گے وادیٔ اُلفت کی منزلیں
ناظرؔ جو ابتدا ہی میں گھبرا کے رہ گئے

○

جذباتِ دل کا عکس جو میرے سخن میں ہے
اِک لطفِ نو بھی طرزِ کلام کہن میں ہے

کس نے کہا کہ سیرِ گُل و نسترن میں ہے
لُطفِ حیات عشق کے سوز و محن میں ہے

غُربت میں کوئی لاکھ مُسافر نواز ہو،
حاصل کہاں وہ لطف جو بزمِ وطن میں ہے

ہم ہیں بلا کشِ غمِ فرقت تو کیا ہوا
یاد اپنی ہر گھڑی تو تری انجمن میں ہے

ترکیبِ سیرتِ بشری یہ کچھ عجیب ہے
یعنی وفا بھی اس بُتِ پیماں شکن میں ہے

زاہد بھی اپنے زُہد پہ قائم نہ رہ سکا!
کچھ ایسی دل کشی نگہِ سحر فن میں ہے

پردیس کی بہار بھی کوئی بہار ہے
مخصوص اس کا لطف سوادِ وطن میں ہے

وہ راحتِ لطیف کہاں وصل میں نصیب
حاصل جو دل کو، ہجر کے رنج و محن میں ہے

اہلِ جہاں کو کیوں یہ کشش سوئے دیر ہے
کیا ایسی بات کیشِ بُت و برہمن میں ہے

کچھ "محتسب" کا خوف نہ "دار و رسن" کا ڈر
کتنا خمار "بادۂ حُبِّ وطن" میں ہے

ناظرؔ سا بادہ خوار بھی ادھر کھینچ کے آرہا
کچھ ایسا جذب حلقۂ دار و رسن میں ہے

○

جانبازیوں کو خبط سے تعبیر کر چلے
تم یہ تو خوب عشق کی توقیر کر چلے

پردا نہیں نظارے کا در شوق سے ہو بند
اب دل میں نقش ہم تری تصویر کر چلے

مٹتی نہ ہے آپ کی کوئی فرد قرار جرم
مانا کہ ہم شکایتِ تقدیر کر کے چلے

کچھ حد سے بڑھ چلی ہیں مری وحشتیں کہ اب
غم خوار مجھ کو بستۂ زنجیر کر کے چلے

غالب زبانِ شوق پہ آیا نہ رعبِ حسن
لو ہم تمہارے آگے بھی تقریر کر چلے

حیراں ہوں ان کے حسن میں کیا ایسا سحر تھا
میرے بھی دل کو جس سے وہ تسخیر کر چلے

اگلا سا غیر سے نہیں اب لُطف و التفات
بارے ہمارے نالے بھی تاثیر کر چلے

منسُوب کر کے عشق کو اک بُو الہوس سے تم
اس جذبۂ لطیف کی تحقیر کر چلے

یہ کیا ہوا کہ اُن کی جفاؤں کا ذکر چھیڑ
ناظر بھی شکوۂ فلک پیر کر چلے

○

مدّت ہوئی ہے پاسِ نزاکت کیے ہوئے
آہ و فغاں سے شورِ قیامت کیے ہوئے

لو دیکھو آگیا نہ زباں پر کسی کا نام!
مدّت سے ہم تھے ضبطِ محبّت کیے ہوئے

اگلا سا وہ سکون و متانت کہاں کہ اب
شوریدگی ہے بندۂ وحشت کیے ہوئے

پھرتا ہے پھر نظر میں کسی کا خرامِ ناز
سامانِ منتہائے قیامت کیے ہوئے

یہ شوقِ دید ہے کہ چلا میں عدو کے گھر
خودداری و غرور سے فرصت کیے ہوئے

پھر دل میں ہے کہ دیجیے جرأت کا امتحان
انجام کو حوالۂ قسمت کیے ہوئے

وہ دل کہ جلوہ گاہ سُرور و نشاط تھا
اب غم ہے اسکو مدفن حسرت کئے ہوئے

اب دل میں ولولہ بھی نہیں کوئی ہو کہ ہوں
اندازۂ زبونیٔ قسمت کئے ہوئے

بے گانہ وار در پہ کسی کے چلا ہوں پھر
سامانِ صد نہفتنِ اُلفت کئے ہوئے

ناظر کے ہوش و عقل بھلا اب کہاں دُرست
ہے مست اس کو بادۂ اُلفت کئے ہوئے

۱

○
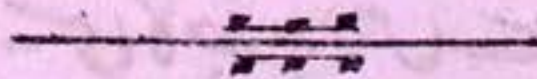
شورشِ جوشِ جنوں، اب جلوہ دکھلانے کو ہے
یعنی جو کچھ دل میں تھا سب لب پہ آجانے کو ہے
رخصت اے ضبط و تحمل، الوداع اے پاسِ وضع
بندشوں سے اب زباں آزاد ہو جانے کو ہے
ہو چکی صبر و سکون و خامشی کی انتہا
جامِ ضبط آہ و نالہ اب چھلک جانے کو ہے
ہو مبارک تم کو اے اہلِ تماشا سیر نو
دستِ بسمل سے عنانِ ضبط چھٹ جانے کو ہے
خوب کر مشقِ جفا لیکن ستم گر یہ بھی سوچ
کیا وفا کیشی کا جذبہ اس سے مٹ جانے کو ہے
بے ادب لب، ان سے کچھ کہنے کو ہیں پھر مضطرب
اُن کے چہرے پر حیا کی پھر جھلک آنے کو ہے
سچ بتا ناظرؔ مسرت تجھ کو اتنی کیوں ہے، کیا
اُن کی محفل میں کوئی تیری غزل گانے کو ہے

نعتیہ غزلیں

○

پڑھو صلِّ علیٰ حق کے محبوب کی ہوں باتیں
رحمت کی گھٹائیں ہوں اور نور کی برساتیں

وعدے ہیں شفاعت کے تسکین کی ہیں باتیں
آقائے دو عالمؐ کی دیکھو تو مداراتیں

غم خوارئ اُمّت سے اک آن نہیں غافل
ظاہر میں تو ہے پردہ، پردے میں ملاقاتیں

محشر میں اماں پائی صدقے ہیں درودوں کے
دُشواری میں کام آئیں بھیجی ہوئی سوغاتیں

اک نامِ مُبارک اور وردِ دُرودوں کا
سارا یہی توشہ ہے کُل ہیں یہی سوغاتیں

دارین کے کیا جلوے، فردوس کے کیا نقشے
سب کا ہی دُولہا ہے، سب اُسکی ہیں باراتیں

دیدار کی حسرت ہے اور نام کی رٹ ہر دم
اس شغل میں دن گزرے اس دھن میں کٹیں راتیں

مجھ نامہ سیہ پر بھی رحمت کی نگہ ہو جائے
وابستہ نگاہوں سے ہیں لاکھوں کراماتیں

ہم نام پیمبر میں ہے اتنا اثر اب بھی
یُونان کو دی ذِلّت شیطان کو دیں ماتیں[۵۱]

---
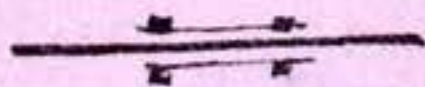
۵۱ مُراد مصطفٰے کمال سے ہے۔ یہ غزل اس زمانے میں لکھی گئی تھی جب مصطفٰے کمال کی فوجوں
نے یُونانی لشکر کو سمرنا میں فیصلہ کن شکست دی تھی۔

بڑھتا ہوا محشر میں جب صلّ علےٰ آیا
رحمت کی گھٹا اٹھی اور ابر کرم چھایا

جب وقت پڑا نازک اپنے ہوئے بیگانے
ہاں کام اگر آیا تو نام ترا آیا!

پرسش تھی گناہوں کی اور یاس کا تھا عالم
بے کس کی خبر لینے محبوبِ خدا آیا

یہ نام مبارک تھا یا حق کی تجلّی تھی
دم بھر میں ہوا فاسق ابدال کا ہمسر پایا

چرچے ہیں فرشتوں میں اور رشک ہے زاہد کو
اس شان سے جنّت میں شیدائے نبیؐ آیا

کیوں نزع کی دشواری آسان نہ ہو جاتی
تھا نام ترا لب پر اور سر پہ ترا سایا

اِک عمر کی گمُراہی اک عمُر کی سرتابی
جز تیری غلامی کے آخر نہ مفر پایا

حکمت کا سبق چھوڑا عزّت کی طلب چھوڑی
دُنیا سے نظر پھیری سب کھو کے تجھے پایا

سمجھے تھے سیہ کاری اپنی ہے فزوں حد سے
دیکھا تو کرم تیرا اس سے بھی سوا پایا

فاسق کی ہے یہ مِنّت پر ہو تو تری اُمّت
ہاں ڈال تو دے دامن کا اپنے ذرا سایا

○

پڑھو رب سلّم کہ ذکرِ نبیؐ ہے
جو سب کا ہے مولا جو رب کا ولی ہے

مبارک رہے شیخ کو طوفِ کعبہ
جبیں میری ہے اور ان کی گلی ہے

ہوئی ہے محبّت تو محبوبِ حق سے
کہاں جا کے قسمت ہماری لڑی ہے

میں جاتا تھا یثرب، یہ جنّت میں لائے
فرشتوں کو سوجھی یہ کیا دل لگی ہے

نہ پرسش کا کھٹکا نہ محشر کی پروا
دمِ نزع ہے آنکھ اُن سے لڑی ہے

یہ کس جا پہ لائی اجل اے کیں صدقے
کہاں باغِ جنّت یہ اُن کی گلی ہے

رہی ہے نظر مہر کی دشمنوں پر
غلامی کا حق کچھ تو اُن سے قوی ہے

○

آہ اک شب تو با اثر ہوتی
وہ تجلّیٔ حق اِدھر ہوتی

پائے اقدس پہ چشم تر ہوتی
شب گزرتی یونہی سحر ہوتی

نالۂ نارسا، رسا ہوتا
سُرمۂ چشم خاکِ در ہوتی

کچھ تو ارمانِ دل نکل جاتا
کچھ تو تسکینِ چشم تر ہوتی

نقشِ پا کو لگائے آنکھوں سے
یوں دوائے دل و جگر ہوتی

حسرتِ دید دل میں، لب پہ دُرودِ
اب تو ہر شب ہے یوں بسر ہوتی

ہے حضوری نصیب میں شاید
ہند میں اب نہیں بسر ہوتی

متفرق اشعار

○

رہی ہر چند عقل صبر آموز
نہ گئیں بے قراریاں نہ گئیں

○

وہ مدت ہوئی مل چکے ہیں عدو سے
مری آہ اب تک اثر ڈھونڈتی ہے

نگاہِ کرم اس ستم گر کی ناظر
فقط آپ کی چشم تر ڈھونڈتی ہے

مفسرِ قرآن، اُردو کے نامور و صاحب طرز ادیب اور بے خوف و حق گو صحافی مولانا عبدالماجد صاحب دریابادی مدیر "صدق جدید" لکھنؤ کی یاد کو قائم رکھنے کے لیے ان سے تعلق رکھنے والوں اور عقیدت کیشوں نے مولانا عبدالماجد دریابادی اکاڈمی لکھنؤ میں قائم کی ہے، اس اکادمی کا خاص مقصد مولانا کی جملہ تصنیفات کو شائع کرنا، ان کے مضامین و شذرات مندرجہ اخبار "سچ" (لکھنؤ)، اخبار "صدق" (لکھنؤ)، اخبار "صدق جدید" (لکھنؤ) وغیرہ سے ان کے مضامین کا انتخاب کرکے انہیں متعدد جلدوں میں مرتب کرکے شائع کرنا ہے۔ اس کام کے لیے ظاہر ہے کہ سرمایہ کثیر درکار ہے۔ آپ اکاڈمی کے رکن، معاون یا سرپرست بن کر اس ادارہ کی مالی پوزیشن کو مستحکم کر سکتے ہیں۔ سرمایہ کی فراہمی کے بعد ہی اس کے اشاعتی پروگرام کی تکمیل ممکن ہے۔ عام رکنیت کا چندہ دس روپیہ، عطیہ تاحیات ممبری ۵ سو روپیہ، اور عطیہ سرپرستی ایک ہزار یا اس سے زائد۔ جملہ رقوم سکریٹری مولانا عبدالماجد دریابادی اکاڈمی کچہری روڈ، لکھنؤ کے نام ارسال کی جائیں۔

—— سکریٹری عبدالماجد اکاڈمی، لکھنؤ

تصانیف مولانا عبدالماجد دریابادی مرحوم

۱۔ تفسیر ماجدی طبع ثانی — جلد اوّل — [۱۵] پندرہ روپیہ

۲۔ " " — جلد دوم — پندرہ روپیہ

۳۔ " " — پارہ ۱۱ — پانچ روپیہ

(بقیہ ۱۹ پاروں کی تفسیر آئندہ شائع ہوگی)

۴۔ شرح چہل حدیث ولی اللّٰہی تقطیع خورد — [۵۰] پچاس پیسے

۵۔ قصص و مسائل — [۲] دو روپیہ

۶۔ خطبات ماجدی یا ہدیۂ زوجین مجلد — [۱۰] دس روپیہ

۷۔ آپ بیتی مجلد (آفسٹ) — [۲۵] پچیس روپیہ

۸۔ وفیات ماجدی یا نثری مرثیے مجلد — پندرہ روپیہ

ملنے کا پتہ:—

صدق جدید بک ایجنسی

کچہری روڈ، لکھنؤ